

مال کی تعریف اور

اموالِ عصرِ حاضر کی شرعی حیثیت

مفتی محمد رفیق الحسنی

مال اور ملک اور تقوم کی تعریف:

زکوٰۃ اور تجارتی مسائل کو سمجھنے کے لئے بیع اور مال اور ملک اور مال کے مقوم (قیمت والا) اور غیر مقوم ہونے کی تعریف و توضیح ضروری ہے۔

مال کی تعریف

شامی میں ہے:

”المراد بالمال ما يميل اليه الطبع ويمكن ادخاره لوقت الحاجة والمالية يثبت بتمول الناس كافة او بعضهم.“ (ص: ۱۰/۷)

ترجمہ: مال وہ چیز ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان ہو اور حاجت کے وقت کے لیے اسے ذخیرہ اور اسٹور کیا جاسکے اور وہ باقی رہے اور کسی شے کا مال ہوتا سب لوگوں کے بطور مال استعمال کرنے سے ہوتا ہے یا بعض لوگوں کے۔

بیع کی تعریف: تنویر الابصار میں ہے:

”البيع مبادلة شيء مرغوب فيه بمثلته على وجه مفيد مخصوص يكون بقول او فعل.“ (ص: ۱۱/۷)

ترجمہ: ایک مرغوب چیز کا مبادلہ دوسری مرغوب چیز کے ساتھ مخصوص وجہ مفید پر جو قول یا فعل کے ساتھ ہو۔ مرغوب سے مراد مال ہے کیونکہ اس کی طرف طبیعت کا میلان ہوتا ہے لہذا بیع کا مفہوم یہ ہے کہ قول

یا نفل کے ذریعہ مال کا مال کے ساتھ تبادلہ ہو۔ اور بیع صحیح کا حکم یہ ہے کہ:
ثبوت المملک حالاً فی العوضین“ (ص: ۲۸۳۔ حاشیہ بحوالہ توضیح)
ترجمہ: عوضین میں مملک کا فوراً ثبوت صحیح بیع کا حکم ہے۔

مال سے مراد وہ چیز ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان ہو اور اسے حاجت کے وقت تک باقی اور محفوظ رکھا جاسکے اور کسی چیز میں مالیت سب لوگوں یا بعض لوگوں کی جانب سے بطور مال استعمال کرنے کی وجہ سے ثابت ہو سکتی ہے مثلاً گندم کا ایک دو دانہ مال نہیں ہے اگرچہ مباح الانشاع ہے کیونکہ ایک دو دانہ کی طرف طبائع کا میلان نہیں ہوتا اور لوگوں کی عادت ایک دو دانہ اٹھا کر اپنے پاس محفوظ کرنے کی نہیں ہے۔
مستقوم ہونا:

اور کسی مال کے مستقوم ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ شرعاً اس مال سے انشاع جائز ہو مثلاً خرمال تو ہے مگر شرعاً مستقوم اور قیمت والا نہیں، کیونکہ مباح الانشاع نہیں اور کوئی چیز مال اور مستقوم نہ ہو اس کی مثال دم مسفوح (بنے والا) خون ہے۔ قدیم فقہاء کے نزدیک خون نہ مال ہے اور نہ مستقوم۔ (بحر شامی: ص: ۱۰/۷)

مال اور مستقوم یعنی باقیمت ہونے میں عام و خاص مطلق کی نسبت ہے جو چیز شرعاً مستقوم ہوگی وہ ضرور مال ہوگی اور جو چیز مال ہو ضروری نہیں کہ مستقوم بھی ہو جیسے خرمال تو ہے مگر مستقوم نہیں ہے۔

ملک کی تعریف:

اور ملک کی تعریف ہے:

”الملک مامن شانہ ان یصرف فیہ بوصف الاختصاص“

(ملک وہ صفت ہے جس کی وجہ سے کسی چیز میں تصرف اور استعمال خاص طریقہ سے ہو سکتا ہو۔ (شامی بحوالہ تلویح ص: ۱۰)

لہذا منفعت میں ملک تو ہے لیکن منفعت مال نہیں ہے۔ یہاں تک ہم نے احناف کے اجتہاد کے مطابق مذکورہ امور کی تعریفات ذکر کی ہیں۔

مال کی تعریضیں آئمہ اربعہ کے نزدیک مختلف ہیں احناف کی تعریف منافع کو شامل نہیں مگر دیگر آئمہ کی تعریضیں عین اور منافع دونوں کو شامل ہیں چنانچہ شوافع اور حنبلی علماء نے مال کی تعریف میں عین

اور منافع دونوں کو داخل کیا ہے (تفصیل مجلہ فقہ اسلامی شمارہ فروری ۲۰۱۳ء۔)

معلوم ہوا احناف کے نزدیک خرمال ہے مگر متقوم نہیں ہے اور آزاد مرد اور عورت اور دم (خون) اور مردار جانور نہ مال ہیں اور نہ متقوم۔

مال کی تعریف میں علامہ شامی نے کسی چیز کے مال ہو جانے کی طرف اشارہ فرمادیا تھا کہ مال ہونا عرف اور رواج پر موقوف ہوتا ہے اگر کل یا بعض لوگ کسی مباح الانتفاع چیز کو محفوظ رکھتے ہیں اور اس چیز میں محفوظ ہو جانے کی صلاحیت بھی ہے وہ مال ہے۔

مال ہونا اگر عوام کے عرف کی بنیاد پر ہو تو موجودہ دور میں دم مسفوح اور بعض مردار جانور بھی مال ہو سکتے ہیں کیونکہ لوگ ان کی طرف راغب ہیں اور ان کا کاروبار بھی کرتے ہیں۔ یہی مال ہونے کی علامت ہے۔ جس طرح خنزیر نجس العین ہے مگر مال ہے کیونکہ عیسائی اس کا کاروبار کرتے ہیں۔ فقہاء کرام نے اپنے اپنے ادوار کے مطابق مال اور دیگر اشیاء کی تعریفیں کی تھیں اور ان تعریفات کی بنیاد پر احکام ذکر کئے تھے مثلاً بیع فاسد کے ابواب میں لکھا ہے کہ خمر (شراب) مال ہے کیونکہ غیر مسلم اس کو بطور مال استعمال کرتے ہیں چیز کی مالیت کل یا بعض لوگوں کے عرف کی وجہ سے ہوتی ہے کل یا بعض مسلم ہوں یا غیر مسلم لہذا خرمال ہے مگر اسلام نے اس سے منع فرمایا ہے یہ مباح الانتفاع نہیں اس لئے مسلمان کے حق میں خرمال تو ہے مگر اس کی قیمت نہیں ہے شامی میں ہے ”فان المتقوم هو المال مباح الانتفاع شرعا“ باقیت وہ مال ہوتا ہے جو شرعاً مباح الانتفاع ہو اور خمر مباح الانتفاع نہیں ہے اسی طرح خنزیر مال ہے کیونکہ غیر مسلم اس کو بطور مال استعمال کرتے ہیں مگر متقوم نہیں ہے اس لئے درختار میں ہے:

”بطل مبيع مال غیر متقوم كخمر وخنزير“ (باب بیع الفاسد)

ترجمہ: بے شک غیر متقوم مال کی بیع باطل ہے جیسے خمر اور خنزیر دونوں مال غیر متقوم کی مثالیں ہیں۔

دم مسفوح (خون جاری) اور میت (مردار جانور) پہلے زمانہ میں مال شمار نہیں ہوتے تھے کیونکہ دم مسفوح اور مردار جانور کسی دین میں بطور مال استعمال نہیں ہوتے تھے اور ان پر مال کی مذکور تعریف صادق نہیں آتی تھی۔ اسی طرح منافع اور عمل اور آزاد آدمی اور معدوم چیز یہ سب احناف کے نزدیک مال ہی نہیں ہیں کیونکہ ان پر مال کی تعریف صادق نہیں آتی۔ مال کی تعریف کی بنیاد پر احناف نے کافی جزئیات کا ذکر فرمایا مگر جب دیکھا کہ لوگ بعض مردار جانوروں میں بیع و شراء کرتے ہیں اور عوام بعض

موات کو بطور مال استعمال کرتے ہیں تو ان حرام اشیاء کے استعمال کو جائز قرار دے دیا اور ان کی بیع اور شراء کو جائز کہہ دیا اور حرمت اکل اور شرب اور حرمت استعمال کو الگ الگ کر دیا کہ کھانا پینا حرام ہے اور اس کے علاوہ اشفاق اور استعمال جائز ہے۔ دراصل درج ذیل آیت کریمہ:

”انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عدا فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم“ (بقرہ: ۱۷۳)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر مردار جانور اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا حرام کر دیا ہے پس جو شخص مضطر ہے باغی اور حد سے تجاوز کرنے والا نہیں اس پر کوئی گناہ نہیں بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

اس آیت کریمہ سے بعض فقہاء نے مسلمانوں کے لیے مذکورہ چیزوں کے صرف اکل و شرب کی حرمت مراد لی ہے۔ وہ فرماتے ہیں ان چیزوں کے کھانے اور پینے کے علاوہ نفع اٹھانا جائز ہے اور علیکم میں خطاب مسلمانوں کو ہے لہذا مسلمانوں کے لئے مذکورہ اشیاء کے کھانے اور پینے کی حرمت کا ذکر ہے چنانچہ تفسیر قرطبی میں ہے یہ آیت عام مخصوص منہ البعض ہے اس آیت کے لیے حدیث شریف فخص ہے۔ چنانچہ میتہ سے مچھلی اور کڑی اور غیر خارج ہے اور ”احل لکم صید البحر“ آیت میں سمندر کے جانوروں کے حلال ہونے کا ذکر ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک سمندری جانور بغیر ذبح حلال ہیں اور میتہ سے خارج ہیں دم سے جگر اور تلی خارج ہے اسی طرح حدیث شریف میں ہے آپ ﷺ سے سوال کیا گیا خنزیر کے بالوں سے جو تے سلائی کرنا کیسا ہے آپ نے فرمایا ”لاباس بذالک“ (اس میں کوئی مضائقہ نہیں)۔ اسی لئے صاحب قرطبی فرماتے ہیں:

”اختلف العلماء هل يجوز ان ينتفع بالمیتة او یشتی من النجاسات و اختلف من مالک فی ذالک ایضا فقال مرة یجوز الانتفاع لان النبی ﷺ مر علی شاة میتة فقال هلاخذتم اہابہا“ (ص: ۲۱۸/۲ قرطبی)

ترجمہ: علماء نے اختلاف کیا کیا میتہ سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نجاسات میں سے کسی چیز کے ساتھ؟ اور امام مالک سے اس میں بھی روایت کا اختلاف نقل کیا گیا ہے۔ ایک مرتبہ نفع اٹھانے کو جائز فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ایک مردہ بکری کے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اس کا چمڑہ کیوں نہیں لیا۔

قرمزیشم کے مردہ کیڑوں کے متعلق علامہ شامی نے فرمایا ”قلت فیہ انھا من اعز الاموال الیوم“ (ص: ۲۳۶) ہمارے زمانہ میں یہ مردہ کیڑے (میتہ) نہایت عزیز اموال سے ہیں اور ان مردہ کیڑوں کی بیج و شرآء جائز ہے اس طرح جوئیں اور زہریلے بچھو اور سانپ جن سے مسلمان ادویہ تیار کرتے ہیں ان کو بھی فقہاء نے مقوم مال قرار دے دیا علامہ شامی کے دور سے تقریباً تین سو سال بعد لوگوں کی ضرورت تیزید بدل گئی اب دم مسفوح بھی نہایت اعز الاموال سے ہو گیا ہے اسی علت اور سبب سے جس کی وجہ سے مردہ کیڑے اور زہریلے حشرات الارض اور سمندری حرام جانور مال قرار دے دیے گئے تھے اور انہیں مال مقوم قرار دیکر ان کی خرید و فروخت بھی جائز قرار دے دی گئی تھی۔ (دیکھیے رد المحتار باب بیع الفاسد)

فقہاء احناف نے مال کی تعریف ایسی کر دی تھی جس سے فضا اور ہوا بھی مال نہیں ہو سکتا اسی بنیاد پر حق تعالیٰ اور فضاء کی بیج معدوم کی بیج قرار دیکر ناجائز قرار دے دی تھی مگر آج صدیوں بعد ہوائیں اور فضائیں نہایت قیمتی مال ہو چکی ہیں پوری دنیا میں فضاؤں اور ہواؤں کی خرید و فروخت جاری ہے لہذا عرف اور تعامل کے سبب اور علت ہونے کی وجہ سے آج فضا بھی اعز الاموال میں سے ہے اور اس کی بیج و شرآء جائز ہے (محمد رفیق حسنی)

دم مسفوح اور مردار جانور بھی مال ہیں:

آج لوگوں کے عرف اور تعامل کی وجہ سے دم مسفوح اور مردار جانور بھی مال ہو چکے ہیں ان کو لوگ اسٹور کرتے ہیں اور نفع اٹھاتے ہیں اور بوقت حاجت استعمال کرتے ہیں اور انسانی زندگی یا اعضاء کی زندگی بچانے کے لئے اضطرار اور حاجت کے وقت شرع شریف نے خون استعمال کرنے کی اجازت بھی دی ہے لہذا شرعاً خون مال مقوم ہو گیا ہے اگرچہ فقہاء کی عبارات میں خون کے مال نہ ہونے کا ذکر ہے۔ خون کے استعمال کے جواز پر ”فمن اضطر غیر باغ ولا عا د فلاثم علیہ“ (الآیہ) یہ نہایت قوی دلیل ہے چونکہ دنیا بھر میں دل اور دماغ اور پیٹ اور حساس اعضاء کے آپریشنوں میں خون دینا مریض کی زندگی بچانے کے لئے ضروری ہوتا ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے اور جائز کا موقوف علیہ بھی جائز ہو جاتا ہے لہذا اگر خون بغیر بیج و شرآء نہ ملے تو خون کی بیج و شرآء بھی جائز ہے بلکہ خون مال تجارت بھی ہو سکتا ہے اس کا کاروبار کرنے والوں پر زکوٰۃ بھی واجب ہوگی بلکہ جوئوں کی سلائی کے لیے خنزیر کے بالوں کی بیج و شرآء کو بھی فقہاء نے جائز قرار دیا ہے۔

کیونکہ کسی چیز کے مال ہونے میں عرف اور لوگوں کے تعامل کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے چنانچہ درمختار باب بیع الفاسد میں ہے:

”کشعر الخنزیر لنجاسة عينه فيبطل بيعه (ابن کمال) وان جاز الآن الانتفاع به لضرورة

الخز حتى لو لم يوجد بلان من جاز الشراء لضرورة (الی) خلافاً للمحمد“ (ص: ۲۶۳)

خلاصہ: اور خنزیر کے بالوں کی بیع جائز نہیں کیونکہ خنزیر کا عین نجس ہے پس بالوں کی بیع باطل ہے (ابن کمال) مگر یہ کہ جو توں کی سلائی کی ضرورت کے لئے آج خنزیر کے بالوں سے نفع اٹھانا جائز ہے حتیٰ کہ اگر شمن کے بغیر نہ ملیں تو بالوں کو خریدنا بھی جائز ہوگا ضرورت کی وجہ سے اور بیع مکروہ ہوگی اور اس کے شمن بائع کے لئے طیب نہیں ہوں گے اور پانی میں خنزیر کے بال گر جائیں تو پانی ناپاک ہو جائے گا مگر امام محمد کے نزدیک خنزیر کے بال پاک ہیں پانی نجس نہیں ہوگا۔

قارئین اندازہ کریں فقہاء کرام عرف تعامل کی وجہ سے جو توں کی سلائی بھی انسان کی ضرورت میں شمار کرتے ہیں اور اس ضرورت کے لئے خنزیر نجس العین کے بالوں سے نفع اٹھانے اور ان کی بیع و شراء کو جائز رکھتے ہیں تو انسانی زندگی یا اس کے اعضاء کی سلامتی بطریق اولیٰ انسانی ضرورت ہے اور انسانی جان اور اعضاء کے لئے خون کی بیع و شراء بھی جائز ہوگی اور ضرر الفائق میں مذکور ہے کہ امام محمد کے قول پر خنزیر کے بالوں کے شمن بائع کے لئے طیب ہوں گے اور ضرورت کی قید لگانے کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک خنزیر کے بال طاهر ہیں طہارت کی وجہ سے بلا ضرورت بھی انتفاع جائز ہوگا: آیت کریمہ ”انما حرم علیکم المیتة“ (بقرہ: ۱۷۳) کی تاویلات گزر چکی ہیں بعض علماء فرماتے ہیں اس آیت میں انتفاع کی حرمت کا ذکر نہیں ہے اکل اور شرب کی حرمت کا ذکر ہے چنانچہ اس آیت سے پہلے ذکر کردہ آیت اس کا قرینہ ہے کہ ان میں اکل اور شرب کا ذکر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَكْلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ“ (بقرہ: ۱۷۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! ہم نے جو تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے پاکیزہ اشیاء کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

البتہ احادیث احاد سے انتفاع کی حرمت کا ذکر ملتا ہے مگر عموم بلوی کی وجہ سے جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے۔

زکوٰۃ کے مسائل میں زیر نظر بحث سے ہمارا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ موجودہ دور کی طبی ضرورتوں کی وجہ سے انسانی خون اور بلڈ کا کاروبار کرنے والی کمپنیوں کا کاروبار جائز ہے اور خون اور بلڈ کی تجارت انسانی ضرورت کے پیش نظر جائز ہے اور خون کی تجارت کرنے والوں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (محمد رفیق حسنی)

حرام مباح الانتفاع جانوروں کی بیع اور شراء جائز ہے:

شامی میں ہے: ”قولہ کالعیات و فی الحاوی الزاحدی“ الخ علامہ ابن عابدین اس قول کے تحت فقہاء کرام کی مختلف آراء ذکر کرنے کے بعد ذکر فرماتے ہیں خانیہ میں مذکور ہے کتے اور بلی اور جانوروں سے درندے اور پرندوں کے درندے (معلم ہوں یا غیر معلم) کی بیع اور شراء اور ہاتھی اور بندروں کی بیع اور شراء ایک روایت میں جائز ہے اور ہندیہ میں ہے سائحانی نے نقل کیا کہ خنزیر کے علاوہ سب جانوروں کی بیع و شراء جائز ہے فرمایا:

علیہ مشی فی الہدیۃ وغیرہا من باب المتفرقات کما سیاتی“ (ص: ۲۶۰/۷) مکتبہ دارالباز

یعنی صاحب ہدایہ اور دوسرے محققین فقہاء کرام نے باب المتفرقات میں خنزیر کے علاوہ حرام جانوروں کی بیع اور شراء کے جواز کا ذکر کیا ہے۔ درمختار میں ہے:

والحاصل ان جواز البیع یدور مع حل الانتفاع (مجتبی) واعتمدہ المصنف وسیجی فی المتفرقات“ (ص: ۲۶۰/۷)

بیع کا جائز ہونا نفع اٹھانے کے حلال ہونے کی بنیاد پر ہوتا ہے لہذا جب بحری اور بری ضرورت ہو یا نہ ہو جائز الانتفاع حرام جانوروں کا مطلقا کاروبار جائز ہے اور مال تجارت کی طرح ان سے آمدنی پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی لہذا ایئرپورٹس مارکیٹ کراچی میں ہر قسم کے جانور فروخت کرنے والوں کا رزق حلال ہے اور ان پر زکوٰۃ بھی واجب ہوگی۔

اگر حرام جانور مر جائیں یا حلال جانوروں کو ذبح نہیں کیا جاسکا خود مر گئے انہیں میتہ اور مردار کہا جاتا ہے ان مردار جانوروں کے بعض اجزاء مثلاً کھال اور ہڈیوں سے نفع اٹھانا جائز ہوتا ہے لہذا ان کی بیع

اور شراء بھی جائز ہوگی اور میتہ کے دوسرے اجزاء کے ساتھ بھی ضرورت کے وقت انتفاع جائز ہے لہذا خون کی طرح ان اجزاء کی بیع شراء بھی جائز ہوگی۔ لیکن بلا ضرورت ان سے نفع اٹھانا حرام ہے اور ان کی بیع شراء بھی حرام ہے جس طرح ابھی خنزیر کے بالوں کی روایت میں گزرا ہے۔

زائدہ حرام جانوروں کے ساتھ انتفاع کی اباحت کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً کتے کے ساتھ انتفاع یہ ہے کہ اسے شکار یا حفاظت کے لئے استعمال کیا جائے اور شیر کے ساتھ انتفاع یہ ہے کہ اسے دیکھ کر عبرت حاصل کی جائے چنانچہ چڑیا گھر میں ہاتھی سے لیکر لومڑی اور نیولے تک جانور موجود ہوتے ہیں ان سے انتفاع خصوصاً علماء کے لئے یہ ہوتا ہے کہ حلال اور حرام جانوروں کی تمیز اور ان کا شخص علم حاصل ہو جاتا ہے درمختار باب المسخرات میں ہے:

”وصح بیع الکلب ولو عقور او الفهد و الفیل و القرد و السباع بسائر انواعها حتی الہرقہ و کذا الطیور علمت او لاسوی الخنزیر و هو المختار لانتفاع بہا و بجلدها کما قدمنا فی البیع الفاسد“ (ص: ۷۸۷/۷۸۸)

ترجمہ: کتا اگرچہ کانٹے والا ہو اور چیتے اور شیر اور ہاتھی اور بندر اور درندوں کے تمام اقسام کی بیع جائز ہے حتیٰ کہ بلی کی بیع بھی جائز ہے اور اسی طرح پرندوں کی بیع جائز ہے تعلیم دیے گئے ہوں یا نہ سوائے خنزیر کے اور یہی قول درمختار ہے کیونکہ ان حرام جانوروں سے نفع اٹھایا جاتا ہے ان کے ساتھ اور ان کی جلد کے ساتھ جیسا کہ ہم پہلے بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں۔

شامی میں ہے:

”قولہ سوی سمک (عبارة البحر عن البدائع الاسمک و ما جاز الانتفاع بجلده و عظمہ“

ترجمہ: بدائع سے بحر الرائق کی عبارت میں ہے مگر مچھلی اور ہروہ چیز جس کے چمڑے یا ہڈیوں سے نفع اٹھانا جائز ہو۔ (ان کی بیع اور شراء جائز ہے)

مرغیوں اور دوسرے جانوروں کی غذاؤں کا ذکر:

موجودہ دور میں شہر میں مرنے والے مردار جانوروں کو بڑے بڑے بوامکروں اور مشینوں میں کیمیکل کے ذریعے پگھلا کر ان کا سیال مادہ ٹھوس مادہ سے الگ کر دیا جاتا ہے اور جامد مادہ پوڈر کی گولیوں کی صورت میں مرغیوں اور دیگر جانوروں کی غذا بنادیا جاتا ہے آیا یہ جائز ہے یا نہ؟ اور اس

کا کاروبار جائز ہے یا نہ؟ ہمارے خیال میں اگر مردار جانوروں کا گوشت اور چربی خون وغیرہ کی مابیت اور حقیقت اس عمل اور کیمیکل سے تبدیل ہو جاتی ہے جس طرح خمر میں نمک ڈالنے سے خمر سرکہ بن جاتا ہے نمک کی کان میں مردار جانور نمک ہو جاتا ہے یا آگ میں جل جانے کے بعد گوہر رکھ بن جاتا ہے اگر ایسا ہوتا ہے تو ٹھوس اور سیال مادہ نجس نہیں رہتا پاک ہو جاتا ہے اور اگر اس عمل کے بعد بھی مردار جانور کی حقیقت قائم رہتی ہے تو سیال مادہ ناپاک ہوگا پہلی صورت کہ سیال مادہ پاک ہو جائے سیال مادہ کے مال مقوم ہونے میں اور اس کے استعمال کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے مگر دوسری صورت کہ سیال مادہ نجس ہو، تمول کی وجہ سے سیال مادہ مال تو ہے کیونکہ تمول کی بنیاد عرف اور تعامل ہوتا ہے اور یہ کاروبار بہت بڑے پیمانہ پر مسلمان بھی کر رہے ہیں اس لئے اس کو اگر نجس تیل پر قیاس کریں تو اس کی خرید و فروخت جائز ہوگی۔ درمختار میں ہے:

”وفی المجمع ونجیز بیع الدهن المنجس والانتفاع به فی غیر الاکل بخلاف الودک“ (ص: ۲۶۶ جلد: ۷)

ترجمہ: اور مجمع میں ہے ہم نجس تیل کی بیع اور نفع اٹھانے کو جائز کہتے ہیں بخلاف مردار جانور کی چربی کے پھر علامہ شامی نے فرمایا:

”قولہ بخلاف الودک ای دهن المیتة لانها جزء هافلا یکون مالا“ (ابن ملک) ”فلا يجوز بیعه اتفاقا و کذا الانتفاع به لحديث البخاری ان الله حرم بیع الخمر و المیتة و الخنزیر و الاصلنام قبل یارسول ارایت شهم المیتة فانه یطلى بها السفن و یدهن به الجلود و یستصبح بها الناس قال لاهو حرام“ (المحدث: ص: ۲۲۶)

ترجمہ: مصنف کا قول بخلاف الودک یعنی بخلاف مردار جانور کی چربی کے کیونکہ چربی (تیل) میتہ کی جز ہے پس وہ مال نہیں ہوگا پس اس کی بیع بالاتفاق جائز نہیں ہوگی، اسی طرح نفع اٹھانا بھی۔ کیونکہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے خمر اور میتہ اور خنزیر اور بتوں کی بیع حرام فرمادی ہے، عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ آپ میتہ کی چربی کے متعلق بتائیں کیونکہ اس کے ساتھ کشتیوں کو طلا کیا جاتا ہے اور چمڑوں پر لگائی جاتی ہے اور اس سے چراغ جلائے جاتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، پس وہ حرام ہے۔

شامی کی منقولہ عبارت اور سابقہ عبارتوں اور احادیث میں تعارض ہے۔ فقہاء کرام نے میتہ کے بعض

اجزاء سے انتفاع اور ان کی بیع اور شراء کو جائز لکھا ہے اور ان اجزاء کو مستقوم قرار دیا ہے اور ضرورت کے وقت تمام حرام چیزوں کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے اور ”فمن اضطر..... الخ“ میں داخل فرمایا ہے۔ لہذا بخاری کی حدیث بلا ضرورت استعمال کرنے پر محمول ہوگی یا عرف کی وجہ سے حدیث شریف کی تاویل کی جائے گی۔ یا ”افلا انتفعتم بجلدھا“ کے ساتھ تعارض کی وجہ سے دوک کی حدیث منسوخ ہوگی۔

لہذا حرام چربی یا سیال مادہ یا ان کے ساتھ مخلوط غذا کا کھانا پینا مکلف انسان کے لئے حرام ہے اور جانوروں کے چارے میں کس ہو تو یہ جائز ہوگا۔ یہ حرام سے انتفاع میں داخل ہوگا۔ حرام کے اکل اور شرب میں داخل نہیں ہوگا۔ چونکہ جانور غیر مکلف ہوتے ہیں ان کی غذا میں استعمال کرنے سے حلال جانوروں کی حلت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اگر یہ کہا جائے یہاں عموم بلوی ہے بڑے پیمانہ پر کاروبار اور استعمال جاری ہے اور علماء عظام بلوی کو بھی جواز کا باعث بتاتے ہیں لہذا انتفاع جائز ہے تو کوئی حرج نہیں۔

چنانچہ تفسیر قرطبی میں ہے:

”قال ابن خويزمدا واما الدم محرم مالم تعم به البلوی معفو عما تعم به البلوی“

ترجمہ: ابن خويزمدا نے کہا اور لیکن خون حرام ہے جب تک عموم بلوی نہ ہو اور جب عموم بلوی ہو تو معاف ہوتا ہے۔ لہذا حرام چربی اور سیال مادہ کا یہی حکم ہوگا۔

چونکہ تمام اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں آج کسی نجس چیز کو ضائع نہیں ہونے دیا جاتا نجاستوں اور غلاظتوں اور حرام مردار جانوروں کو کیمیکل کے مختلف مراحل سے گزار کر اسے قابل انتفاع بنایا جاتا ہے اور دنیا استعمال کر رہی ہے بڑے پیمانے پر عموم بلوی ہے اس لئے اگر حدیث شریف میں تاویل یا تخصیص کر دی جائے تو امت مسلمہ کے لئے آسانی ہوگی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ مرفوع حدیث میں سرور دو عالم ﷺ نے مردہ بکری کے متعلق فرمایا ”افلا انتفعتم بجلدھا“ (پس کیوں نہیں تم نے اس میت کے جلد سے نفع نہیں اٹھایا۔) صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ میت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”انما حرم اکلھا علیکم“ تم پر اس میت کا کھانا حرام ہے (مؤطا امام مالک) لہذا اگر یہ کہا جائے کہ حدیث شریف کا تعلق ان حالات اور اوقات کے ساتھ ہے جب مسلمانوں میں ابتلاء عام نہ ہو یا یہ کہہ دیا جائے کہ

حدیث شریف سے شاید مراد یہ ہے کہ جب چربی بغیر کیمیکل بعینہ استعمال کی جائے تو اس کا حکم حرمت ہے اور اگر ایک مرتبہ نہیں متعدد مرتبہ گلانے والی مشینوں اور کیمیکل سے گزار کر چربی کی حقیقت اور ماہیت ہی کسی قدر تبدیل ہو جائے اور کس ہو تو اس کا استعمال جائز ہے ہو سکتا ہے حدیث شریف کا یہی مفہوم ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)..... (جاری ہے)

السَّيْفُ الْجَلِيُّ

عَلَى سَابِ النَّبِيِّ

تأليف

الإمام الفقيه المحدث

مُحَمَّد هاشم بن عبد الغفور السِنْدِي التَّيْمُومِي الْحَنَفِي

(۱۱۰۴ - ۱۱۷۴ھ)

مُفَقِّه وَعَلَمٌ عَلَيْهِ

السَّيْفُ عَبْدُ اللَّهِ الْفَهْمِيُّ السِّنْدِي

رِأْسَةٌ وَتَقْدِيرٌ

أَبِي الْبَرَكَاتِ حَقُّ النَّبِيِّ السِّنْدِي الْأَزْهَرِي

قَالَ الزَّيْنَبِيُّ

لِلنَّسَبِ وَالْزَوْجِ

الْكَرْبِ